لبادہ اُوڑھ کر اور معصوم ناموں کا سہارا لے کر آتی ہے۔ اوّل روز سے اس کا طریقہ یہی رہا ہے اور آج بھی وہ اسی طریقے کو اختیار کیے ہوئے ہے۔ یہ بھی مشاہدے کی بات ہے کہ جھوٹ، دھوکا اور فریب، ڈپلومیسی کا رُوپ دھار کر آتے ہیں۔ فسق و فجور اور بے حیائی نے بھی ایک نیا نام تلاش کرلیا ہے اور وہ ہے 'ثقافت'!

انسانی تاریخ میں 'ثقافت' یا کلچر کی اصطلاح اتنی لچر اور پوچ معنوں میں کبھی استعمال نہیں ہوئی، جن معنوں میں آج اسے استعمال کیا جا رہا ہے۔ ان الفاظ کو حقیقی معنی سے علاحدہ کرکے، ناچ رنگ اور فسق و فجور کے لیے استعمال کرنا، شیطان کی انھی کوششوں میں سے ایک ہے، جن کے سہارے وہ انسان کو دھوکا دیتا رہتا ہے۔

● **ثقافت کیا ہے؟** 'ثقافت' دراصل نام ہے کسی قوم یا انسانی گروہ کے ان مخصوص نظریات، عقائد، افکار و اخلاق، تہذیبی روایات، طرزِ بود و باش، اندازِ معاشرت اور فکری اور تخلیقی سرگرمیوں کا، جو اسے دوسری اقوام و ملل سے ممیّز و ممتاز کرتی ہیں۔ ہر قوم کی ثقافت ایک مخصوص و منفرد مزاج کی حامل ہوتی ہے، اور اس قوم کے بنیادی نظریات و عقائد پر منحصر ہوتی ہے۔ بنیادی نظریات اور ثقافت دو علاحدہ علاحدہ دائرہ ہاے کار نہیں ہوتے، بلکہ باہم دگر مربوط اور آپس میں جڑے ہوتے ہیں۔ اگر ثقافت کو ہم ایک درخت تصور کرلیں، تو بنیادی نظریات اس کی جڑیں ہیں۔ بغیر جڑ کے درخت کا تصور محال ہے اور نہ یہ ممکن ہے کہ کسی خاص درخت کی جڑ سے کسی دوسری قسم کا درخت وجود میں آئے۔

ثقافتی سرگرمیوں کا تانا بانا بنیادی نظریات کے گرد آپ سے آپ بنتا چلا جاتا ہے۔ یہ سرگرمیاں اس قوم کے عقائد کا مظہر ہوتی ہیں۔ بنیادی نظریات و عقائد سے ٹکرانے والی سرگرمیاں صرف اسی صورت میں جاری ہوسکتی ہیں کہ پہلے بنیادی نظریات کی بیخ کنی کردی جائے، اور چونکہ براہِ راست نظریات کی بیخ کنی کو کسی قوم کا مزاج گوارا نہیں کرسکتا، اس لیے بنیادی نظریات کو ملیامیٹ کرنے والے بھی کوشش یہی کرتے ہیں کہ اس درخت کی جگہ دوسرا درخت کھڑا کردیا جائے اور لوگ اس خام خیالی میں مبتلا ہوکر رہ جائیں کہ جڑیں تو قائم ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اہلِ علم اس امر پر متفق ہیں کہ ہر ثقافت ایک وحدت اور کُل ہوتی ہے۔

اس کے مزاج کا لحاظ کیے بغیر اس میں کوئی پیوند کاری نہیں کی جاسکتی۔ ایک زندہ تہذیب کبھی ایسی چیز کو گوارا نہیں کرسکتی، جو اس کے مزاج سے ہم آہنگ نہ ہو۔ جس طرح انسانی معدہ فاسد مادے کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے اور فوراً اسے اُگل دیتا ہے، بالکل اسی طرح ایک ثقافت بھی کسی ایسے بیرونی اثر کو قبول نہیں کرسکتی، جو اس کے پورے مزاج سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔

دنیا کی کوئی بھی زندہ اور باوقار قوم کبھی اپنی ثقافت کے تحفظ سے غافل نہیں ہوتی۔ وہ بجاطور پر جانتی ہے کہ اس کو مٹانے والی قوتیں اس کی جڑ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتیں۔ اس لیے وہ اس کی ثقافت پر حملہ آور ہوکر اسے مسخ کرکے اپنے لیے کامیابی کی راہ نکال لیتی ہیں۔ کسی قوم کی مخصوص ثقافت کا کسی دوسری قوم کی ثقافت میں گم ہوجانا، اس قوم کی موت کا اعلان ہے۔ اس قوم کو خواہ دوسرے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں، لیکن وہ نہ کوئی حرکت کرسکتی ہے، اور نہ اسے اپنے وجود ہی کا احساس ہوتا ہے۔

● **ایک نظر میں جائزہ:** اس پس منظر میں اپنی تاریخ کا جائزہ لیجیے۔ مسلمان روزِ اوّل ہی سے دنیا کی دوسری اقوام میں ایک ممتاز مقام کے مالک رہے ہیں۔ تاریخ کے کتنے ہی دور گزر گئے، زمانے نے کتنے ہی انقلابات دیکھ لیے، تہذیبوں نے جنم بھی لیا اور فنا بھی ہوئیں، لیکن مسلمانوں کی قومی حیثیت کبھی مشکوک نہیں رہی۔ ان کے مخصوص عقائد، اخلاقی اقدار، نظامِ عبادات، اجتماعی نظام اور اس کے نتیجے میں ایک مخصوص طرزِ فکر ہمیشہ ان کا خاصا رہا ہے۔ اسی طرزِ فکر نے ان کی ثقافت کو جنم دیا ہے، جو اپنا ایک الگ ذوق اور منفرد مزاج رکھتی ہے۔ ان مضبوط قومی بنیادوں کی بنا پر جن پر وہ قائم ہے، اس کو ملیامیٹ کرنے، مسخ کرنے اور ترقی کے نام پر مسلمانوں کو اس سے بیگانہ کرنے کی کوششیں، تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ ناکام رہی ہیں اور خواہ مسلمانوں میں سے کچھ نے اپنی تہذیب وثقافت کو چھوڑ کر، دوسروں کی ثقافت میں اپنے آپ کو رنگ دیا ہو، لیکن من حیث القوم، مسلمانوں نے ہمیشہ ان ناپاک کوششوں کا جرأت سے مقابلہ کیا ہے اور ان شرانگیز قوتوں کو شکست دی ہے۔

● **پاکستان ہی کیوں؟:** قیامِ پاکستان انھی شرانگیز قوتوں کی ایک اور شکست اور مسلمان قوم کی فتح مبین تھا۔ تاریخ کے اس عظیم واقعے نے دنیا سے یہ منوالیا کہ مسلمان، خواہ غلامی کے کتنے ہی برس ان پر کیوں نہ گزر گئے ہوں، ان کی حالت کتنی ہی دگرگوں کیوں نہ ہوگئی ہو، اپنی ملّی اور

قومی حیثیت کو وہ کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ مسجدوں میں نماز پڑھنے، اور شادی بیاہ کے قوانین میں شرع کی پابندی کی اجازت تو یہاں پر انگریز اور ہندو بھی دے رہے تھے، لیکن مسلمانوں نے بیش بہا قربانیاں دے کر، اس لیے پاکستان حاصل کیا کہ یہاں اسلام کا نظام قائم ہو اور اس نظام کی پختہ بنیادوں پر، اس ملک میں اسلامی تہذیب و ثقافت پھلے پھولے۔ بانیِ پاکستان قائداعظم محمدعلی جناح نے بارہا اپنی تقریروں میں یہ واضح کیا ہے کہ ہم الگ خطۂ زمین کا مطالبہ کر ہی اس لیے رہے ہیں کہ ہم اپنے مذہب اور تہذیب و ثقافت کو رائج کر سکیں۔

● **غلامی کے اثرات:** انگریزوں نے ہم پر ۲۰۰ سال حکومت کی، اور اس طویل مدت میں ان کی کوششوں کا محور یہ تھا کہ مسلمان اپنی قومی حیثیت کو گم کر کے ان کے رنگ میں رنگے جائیں، ان کے رہن سہن، رسوم و رواج یہاں تک کہ سوچنے کے انداز بدل جائیں، اور جب وہ جائیں تو کہنے کو تو ایک آزاد ملک چھوڑ کر جائیں، لیکن اس ملک کی آزادی بے معنی اور غلامی کے مصداق ہو۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے پورے نظامِ حکومت کو اس طرز پر ڈھالا کہ مسلمان مجبور ہو کر ان کے رنگ میں رنگے جائیں۔ ان کا سب سے دُور رس اقدام، جسے ہم آج تک بھگت رہے ہیں، ہمارے نظامِ تعلیم کو یکسر بدل کر ایسے تعلیمی اداروں کا قیام تھا، جہاں اسلام سے بیگانہ اور اپنی تہذیب و ثقافت پر ندامت کا احساس رکھنے والی نسلیں پروان چڑھ کر نکلیں۔

● **نقّال شاگردوں کا گروہ:** اقتدار و اختیار کی قوت کی وجہ سے انگریز ان کوششوں میں ایک حد تک کامیاب ہوئے، لیکن مسلمانوں نے من حیث القوم پورے ۲۰۰ سال تک جس بے جگری اور قربانی سے دنیاوی عزوجاہ کے نقصان برداشت کر کے، اپنی تہذیب و ثقافت کی حفاظت کی ہے، وہ تاریخ کا ایک زریں باب اور اس کے زندہ اور باوقار قوم ہونے کا ثبوت ہے۔ ان کی کامیابی بس اسی حد تک تھی کہ انھوں نے مسلمانوں میں سے ایک طبقہ ایسا نکال لیا، جو کہتا تو اپنے آپ کو مسلمان ہی ہے، لیکن درحقیقت اسے اس اسلام پر شرم آتی ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔ وہ اس اسلام کو معتبر جانتا ہے جسے واشنگٹن، پیرس اور دہلی کی سند حاصل ہو۔ ان لوگوں کے نزدیک اس مخمصہ (dilemma) سے نکلنے کا طریقہ یہ ہے کہ سرے سے اسلام کو ہی اتنا بدل دیا جائے کہ اصل مسلمان تو یہ مغرب زدہ لوگ ہی لگیں، اور باقی مسلمان مُلاّ، دقیانوس اور کور ذوق سمجھے جائیں۔

انگریزوں سے زیادہ یہ کالے، بھورے انگریز لوگ، ہماری قوم کے مزاج کو بدلنے کی اپنی سی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ براہِ راست تو مسلمانوں سے یہ کہا نہیں جاسکتا کہ اللہ اور رسولؐ کو نہ مانو۔ اس لیے اس کام کے لیے 'ثقافت' کا راستہ اختیار کر رہے ہیں۔ حکومت کی ساری مشینری ہم کو یہ باور کرانے میں لگی ہوئی ہے کہ: ''ثقافت دراصل ہے ہی تفریح طبع اور وقت گزاری کے لیے۔ موسیقی، رقص اور عشقیہ ڈراموں کا دوسرا نام، یہ ثقافت ہی کی ترقی کی نشانی ہے، یہی ہماری قومی ثقافت ہے، اسلام (مغرب گزیدہ اور ترقی زدہ) کا منشا بھی یہی ہے اور اسی میں ہماری قومی بقا کا راز مضمر ہے''۔

● **مغربی ثقافت:** مغربی تہذیب کے جلو میں آئی ہوئی یہ ثقافت، خدا سے انکار اور نفسانی خواہشات کی بے محابا تسکین پر مبنی ہے۔ یہ جواب دہی کے احساس سے عاری ہے۔ دین اور دنیا کی تفریق اس کا بنیادی تصور ہے۔ مذہب اور اخلاقیات کو وہ پوری زندگی سے خارج کر دیتی ہے، اگر اسے کوئی مقام دیتی بھی ہے تو وہ فرد کی گھریلو اور نجی زندگی کا مقام ہے۔ اس حالت میں زندگی کی باقی تمام وسعتوں میں انسان آزاد ہوتا ہے کہ جو چاہے کرے اور جس طرف چاہے جائے۔ اس کے پاس کوئی ہمہ گیر ضابطۂ اخلاق نہیں ہے۔ اس لیے انسان کی زندگی کے تمام معاملات میں خود غرضی، نفس پرستی اور لذت اندوزی کا غلبہ رہتا ہے۔ زندگی کے اس تصور سے جو ثقافت رُونما ہوتی ہے، وہ منجملہ اور چیزوں کے ناچ رنگ اور عیش و عشرت کے سامان فراہم کرتی ہے۔ معاشرت، ادب، فنونِ لطیفہ اور انسانی روابط، غرض ہر شعبے میں نفس پرستی کی روح کارفرما ہوتی ہے۔ علامہ اقبال نے اس حقیقت کی طرف کتنا لطیف طنز کیا ہے ؎

بے کاری و عریانی و مے خواری و اِفلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کے فتوحات

● **اسلامی ثقافت:** اس کے برخلاف اسلامی ثقافت کی بنیاد، اللہ تعالیٰ پر ایمان، اخلاق کی بالادستی، خواہشاتِ نفس کی ضوابط کے تحت تسکین اور جواب دہی کے احساس پر ہے۔ اسلام دین اور وحدت کا قائل ہے۔ اس کی نگاہ میں ساری زمین مسجد کی مانند ہے۔ اللہ کی ہدایت زندگی کے تمام شعبوں کے لیے ہے۔ جس طرح یہ الہامی ہدایت ہماری عبادات کو متعین کرتی ہے، اسی طرح ہماری معاشرت اور سیاست کو، ہماری تجارت اور معیشت کو، ہمارے کھیل اور تفریح کو اور ہمارے

سیر وسفر کو ایک مخصوص آہنگ عطا کرتی ہے۔ اس نظامِ حیات نے مسلمانوں کی ایک ایسی ثقافت کو جنم دیا، جس نے انسان کے جذبات، اس کی خواہشات اور تخلیقی صلاحیتوں کے پروان چڑھانے اور اپنے جوہر دکھانے کے پورے مواقع دیے۔ لیکن اس طرح نہیں کہ زمین پر بداخلاقی اور فساد کا دور دورہ ہو جائے، جو آخر کار ان کی تہذیب کی تباہی پر منتج ہو، بلکہ اس کے نتیجے میں کشتِ حیات میں نیکیوں کے پھول کھلیں۔ ہمدردی، اخوت اور بھائی چارے کا چلن ہو، تقویٰ و پرہیزگاری کی خوشبوؤں سے ہوائیں معطر ہوں، انسان انسان کے کام آئے اور اپنی تمام تخلیقی صلاحیتوں کو تعمیر کے لیے استعمال کرے۔

یہ 'ثقافت' ایک ایسے انسان کو جنم دیتی ہے، جس میں نیکی اور پاک دامنی کے ساتھ شجاعت اور حق کے لیے جینے اور مرنے کا جذبہ ہو، جو اخوت و مساوات کا علَم بردار ہو اور اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرتا ہو جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا ادب پیدا کرتی ہے، جو ایک طرف تو جمالیاتی ذوق کی تسکین پوری کرے اور دوسری طرف انسان کو اس کے حقیقی مشن سے آگاہ کرے اور اس کے اچھے جذبات کو اُبھارے۔

یہ 'ثقافت' ایک ایسی معاشرت قائم کرتی ہے جس میں انسان، انسان کا خون نہ چوسے۔ جہاں رنگ اور نسل کی جھوٹی تعریفیں نہ ہوں۔ جہاں دولت وغربت کے امتیازات نہ ہوں۔ جہاں زندگی کی نعمتیں ایک محدود طبقے کا اجارہ نہ بن کر رہ جائیں۔ جہاں ترقی کے راستے سب کے لیے کھلے ہوں۔ وہ جنھیں وسائل حاصل ہیں، ان کی مدد کریں جو ان سے پیچھے رہ گئے ہیں، تاکہ سب شانہ بشانہ اپنی منزل کی طرف پیش قدمی کریں۔

یہ ثقافت اپنی سرگرمیوں کا مرکز ومحور مسجد کو بناتی ہے، جہاں دن میں پانچ مرتبہ مسلمان ملتے ہیں اور باہمی ربط استوار کرتے ہیں۔ یہ مسجد ہماری ثقافتی ترقی کا سرچشمہ رہی ہے۔ ہمارے فنِ تعمیر کی ساری ترقی اسی مرکز سے شروع ہوئی۔ آرٹ کی سرپرستی اس ثقافت نے بھی کی ہے، لیکن اس طرح نہیں کہ وہ انسان کے سفلی جذبات کو بھڑکائے، بلکہ اس طرح کہ اس نے مناظرِ فطرت کو پیش کیا ہے، حُسنِ فطرت کو نمایاں کیا ہے۔ یہاں تک کہ الفاظ سے حُسن پیدا کیا ہے۔ خطاطی، طغرانویسی اور کوزہ گری مسلمانوں کا ہی حصّہ (contribution) ہیں۔ لحن ونغمہ کا ذوق یہاں بھی

پایا جاتا ہے، لیکن بازاری گانوں اور تال طبلوں کی شکل میں نہیں۔ مسلمانوں نے اس کے لیے فنِ قراءت کو ترقی دی اور خداے بزرگ و برتر کے کلام کو نغمہ و آہنگ کے ساتھ پیش کیا ہے۔ کھیل اور تفریح اس ثقافت نے بھی اختیار کیے، لیکن وہ نہیں جو لہو ولعب اور وقت وقوت کے ضیاع سے عبارت ہیں، بلکہ وہ جو اپنی معنوی اصلیت بھی رکھتے ہیں اور جو انسان میں بہادری، شجاعت، بلند ہمتی اور عالی حوصلگی پیدا کرتے ہیں۔ نیزہ بازی، تیراندازی، شہ سواری اور کشتی اس کی چند مثالیں ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے ایسی مخصوص ثقافت کو زندگی کے ہر میدان میں ترقی دی ہے۔ فطرت کے ہر تقاضے کو انھوں نے پورا کیا ہے، لیکن اللہ اور اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدود کا لحاظ رکھتے ہوئے۔ اس میں ایسی ترقیاں کیں جو انسان کو حیرت میں ڈالتی ہیں۔ حق کی بندگی، اس کی ہدایت کی پاس داری، اس کے سامنے جواب دہی کے احساس اور انسانیت دوستی کو پروان چڑھایا۔ جب کہ فضول اور لایعنی چیزوں سے پرہیز اور تعمیری و تخلیقی جدوجہد ہماری ثقافت کی امتیازی خصوصیت ہیں۔

اگر انسان کی صلاحیتوں کو نفس اپنی جائز اور ناجائز خواہشات کی تسکین پر لگادے، تو پھر اس سے تعمیری تخلیقات نہیں ہوتیں، بلکہ انسان کا تخلیقی ذہن اور جوہر انھی خطوط پر کام کرتا اور نفسانی خواہشات کی تسکین کے لیے نت نئے ذرائع سوچتا ہے۔ اسلام کا کمال یہ ہے کہ وہ نفسِ انسانی کو لگام دے کر، اس کی تخلیقی صلاحیتوں کو تعمیری راستے پر ڈالتا ہے اور یہ شے، نہ صرف مسلمان قوم بلکہ پوری انسانیت کی ترقی وکمال کا باعث ہے۔

● **پاکستان کی ترقی کا راز:** آج مغربی ثقافت کے دل دادہ حضرات 'ترقی' کا نعرہ لگاتے ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس ملک کی ترقی کی راہ میں سنگ گراں یہی حضرات ہیں، جو ملک کو اس کی عوام کی خواہشات کے برخلاف دھکیلنے میں اپنا پورا زور لگارہے ہیں۔ حالانکہ اگر حکومت کی قوت عوام کی خواہشات کے تابع ہو تو ہمارے ملک میں ترقی کی رفتار کئی گنا بڑھ سکتی ہے۔ یہ ترقی صحیح خطوط پر ترقی ہوگی اور ہمارا مقام دنیا میں کسی کے حاشیہ بردار کا نہیں، بلکہ ایک آزاد اور باوقار قوم کا ہوگا۔ پاکستان کی ترقی کو روکنے والے، دراصل یہی بہ زعم خود 'ترقی زدہ' افراد ہیں۔

لیکن کیا یہ اپنی ان کوششوں میں کامیاب ہوجائیں گے؟ جب انگریز ہماری ثقافت کو ۲۰۰ سال میں نہ تبدیل کرسکے، بلکہ ہمارے ان کرم فرماؤں جیسے چند جانشین ہی پیدا کرسکے،تو پھر آخر یہ شاگرد اپنے آقاؤں سے زیادہ کیا معرکے سرکرلیں گے؟ پاکستان کے مسلمان ان کے اس چیلنج کا بھی مقابلہ کریں گے اور ان شاء اللہ کامیابی سے کریں گے۔ آنے والا وقت ہی یہ گواہی دے گا کہ کس کا نام باقی رہا۔ بغیر جڑ کے درخت لگانے کی ناکام کوشش کے نتیجے میں درخت نہیں کھڑا کیا جاسکتا۔

ڈسکو اور راک این رول ہماری ثقافت نہیں، کیبرے ہماری ثقافت نہیں، مغرب کی نقالی ہماری ثقافت نہیں، فحش تصاویر ہماری ثقافت نہیں، برہنہ مجسّمہ سازی ہماری ثقافت نہیں۔ اسی طرح جنس زدہ ادب ہماری ثقافت نہیں۔ ہماری ثقافت اسفل جذبات کی بے محابا تسکین کا نام نہیں اور یہ ثقافت انسان کو حیوان نہیں بناتی۔ ہماری ثقافت ایک پاکیزہ، ستھری، نکھری، معتدل اور ہمارے نظریات سے ہم آہنگ ثقافت ہے، اور اسی کی ترقی میں ہماری فلاح اور کامیابی مضمر ہے۔

اس مرحلے پر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اس حکم نامے کا اقتباس پیش کرنا نسلِ نو کے لیے مفید ہوگا، جس میں انھوں نے ناظم تعلیمات کے نام لکھا:

> سب سے پہلے تم میری اولاد کے دلوں میں ناچ گانوں اور راگ راگنیوں کی نفرت پیدا کرنا، کیونکہ ان کی ابتدا شیطان کی طرف سے ہے اور ان کی انتہا خدائے رحمٰن کی ناراضی ہے۔ اس سے دل میں نفاق اس طرح پرورش پاتا ہے، جس طرح بارش سے گھاس اُگتی ہے۔

کتابچہ دستیاب ہے، قیمت ۱۳ روپے، سیکڑے پر رعایت۔ منشورات، منصورہ، لاہور-فون: 042-35434909

اہم گزارش: اس رسالے میں اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کی کوئی ذمہ داری ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن کی انتظامیہ کی نہیں ہے۔ قارئین اپنی ذمہ داری پر معاملات کریں۔ (ادارہ)